شیخ الحدیث مولانا محمد یونس حفظہ اللہ تعالیٰ خطیب جامعہ سلفیہ

عشرہ ذوالحجہ اور فلسفہ قربانی

10 ذوالحجہ کا دن نہایت ہی بابرکت اور بہت مبارک دن ہے 9 ذوالحجہ کو رب تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اپنے ان بندوں کو جو میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! دیکھو میرے بندے کس طرح میرے پاس آئے ہیں، میرے فرشتو! دیکھو میرے بندے کس طرح میرے حضور حاضر ہوئے ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں جسم گردوغبار سے اٹا ہوا ہے، اور مجھے پکار رہے ہیں۔

فرشتو! دیکھو تم نے تو کہا تھا انسان خون بہانے والا ہے خون ریزی کرنے والا ہے دیکھو میرے بندے کس طرح دنیا کے کونے کونے سے دور دراز کا سفر طے کر کے میدان عرفات میں جمع ہوئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے تمام لوگوں کو معاف کر دیا۔

آج مجھ سے جو کچھ مانگیں گے میں ان کو عطا کروں گا، ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا، آج جب یہ واپس جائیں گے تو ان کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فرشتے کہتے ہیں: کہ اے اللہ! ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حج کے لیے نہیں آئے ویسے ہی کسی کام یا تجارت کے لیے آگئے ہیں فرمایا: جو لوگ اس میدان میں حج کی نیت کے ساتھ آنے والوں کے ساتھی ہیں ان کو بھی میں نے معاف کر دیا ہے۔

یہ اعزاز ہے ان لوگوں کا جو میدان عرفات میں 9 ذوالحجہ کو جمع ہو کر اللہ کو پکارتے ہیں ان کی صحبت بھی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لیکن سب مسلمانوں کو تو یہ اعزاز نہیں مل سکتا، اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہے اس نے ہم پر انعام کیا ہے کہ جو لوگ اس میدان میں جمع نہیں ہو سکے، حج کے لیے نہیں آسکے، اگر وہ اس دن کا روزہ رکھ لیں تو میں ان کے دو سال کے گناہ معاف کر دوں گا۔

صحیح مسلم کی روایت ہے (يكفر السنة الماضية و الباقية)

جو آدمی یوم عرفہ کا روزہ رکھتا ہے اس کے دو سال (ایک سال گزشتہ اور ایک آنے والے

سال) کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اتنی بڑی فضیلت ہے یوم عرفہ کی تو ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ عشرہ ذوالحجہ جو بہت ہی بابرکت ہے اور اپنے ساتھ بہت سی فضیلتیں اپنے ساتھ لے کر آیا ہے، اگر ہم نے اس سے پہلے اللہ کی عبادت کر کے اس کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کی تو ان ایام کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان میں ہم زیادہ محنت کریں اور خاص طور پر یوم عرفہ کا روزہ رکھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت حاصل کریں۔

انسان مسلمان ہو یا غیر مسلم وہ مشکل اوقات کے لیے کوئی نہ کوئی چیز بچا کر رکھتا ہے کہ مشکل وقت میں میرے کام آئے گی لیکن کل آنیوالی مشکلات کیا ہیں؟ قرآن مجید میں رب ذوالجلال نے بتایا گیا ہے کہ جسے تم آنیوالا کل کہتے ہو وہ آنے والا دن نہیں بلکہ وہ اس دنیا کے بعد یوم آخرت ہے۔جس کل کے لئے ہم نے کہا ہے کہ کچھ سرمایہ جمع کرلو، جو کل قیامت کے دن تمہارے کام آئے او رقیامت کے دن جو چیز تمہارے کام آئے گی وہ تمہارے نیک اعمال ہیں، آج ہمیں اس دنیا کی زندگی میں مال و دولت کی بڑی قدر ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مال ودولت ہماری زندگی میں آنے والی مشکلات اور بیماریوں کے لئے ہمارے کام آئے گی اور ہمیں فائدہ دے گی لیکن وہ کل تو یقینی ہے جس میں تمہارے نیک اعمال کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا۔اور ہمیں اس کل کی فکر نہیں ہے اور یہ کل کہ جس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں کہ کل ہم زندہ رہیں گے یا نہیں، کل ہمیں اپنی بیماریوں اور تکلیفوں ک لئے روپے کی ضرورت ہوگی یا نہیں اس کل کی ہمیں خبر نہیں کہ یہ کل ہمیں نصیب ہوگا یا نہیں ؟ مگر اس کی فکر اور تیاری بہت زیادہ ہے ، ایک مومن ہونے کے ناطے ہمارا یہ ایمان ہے کہ کل قیامت کے دن ہم نے پھر زندہ ہونا ہے۔ہم نے اپنے اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے مگر اس کل کی ہمیں اتنی فکر نہیں جتنی دنیا کے کل کی فکر ہے۔قیامت کا دن جو نہایت سخت ہوگا۔

رحمت کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ :

فِي ثَلاثَةِ مَوَاطِنَ فَلا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا :عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ ايخف ميزانه و يثقل و عند الكتاب حين يقال هاؤم اقرء وا كتابيه حتى يعلم اين يقع كتابه ا في يمينه ام في شماله ام من وراء ظهره ، و عند الصراط اذا وضع بين ظهري جهنم .

(سنن ابی داؤد باب فی الذکر المیزان)

جب انسان کے اعمال کا حساب کیا جارہا ہوگا اور وہ میزان کے پاس کھڑا ہوگا تو اس وقت یہ کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا میزان وزنی ہے یا ہلکا۔ دنیا میں ہم اپنے اہل وعیال کو یاد کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے بچوں کے لئے دولت کمانی ہے، اپنے بچوں کی شادی کے لئے سامان خریدنا ہے، اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے کوئی چیز بنانی ہے۔ لیکن کل قیامت کے دن کچھ ایسے لمحات بھی آئیں گے کہ دنیا کی محبوب سے محبوب ہستیاں بھی ہمیں یاد نہیں رہیں گی،

سید کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تین مواقع ایسے ہوں گے جب کوئی کسی کو یاد نہیں رہے گا۔ ہر شخص اپنی محبوب سے محبوب ہستی کو بھول جائے گا۔ ایک اس وقت جب انسان کے ہاتھ میں اس کے جہنم یا جنت میں جانے کا پروانہ دیا جائے گا۔ اس لمحے انسان کو کسی اور کی فکر نہیں ہوگی۔ اور دوسرا وہ موقع جب پل صراط سے گزرنا ہوگا وہ پل جو جہنم پر رکھا جائے گا۔ وہ راستہ جو جہنم کے اوپر ہوگا۔ اسوقت بھی اسے اپنے سوا کسی اور کی فکر نہیں ہوگی۔ اور تیسرا میزان کے وقت جب اس کے اعمال کا حساب ہورہا ہوگا اور وہ میزان کے پاس کھڑا ہوگا۔ وہاں اسے اپنے آپ کی فکر ہوگی کسی اور کی فکر نہیں ہوگی۔ یہ قیامت جو ہولناک اور خوفناک دن ہے اس کی کسی کو فکر نہیں ہے لیکن دنیا کے کل کی جس کی ہمارے پاس کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ کل ہمیں نصیب بھی ہوگا یا نہیں مگر اس کیلیے بہت فکر ہوتی ہے

رحمت کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

ما من أحد يموت إلا ندم قالوا وما ندامته ؟ يا رسول الله ؟ قال إن كان محسنا ندم أن لا يكون ازداد وإن كان مسيئا أن لا يكون نزع (سنن الترمذی جلد نمبر ۴ صفحه نمبر ۶۰۳)

کوئی بھی انسان جب اس دنیا سے جاتا ہے اسے قیامت کے دن پشیمانی ہوگی۔ صحابہ کرام پوچھتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ انسان کو کیا پشیمانی ہوگی، کیا ندامت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر وہ انسان نیک ہوگا تو اسے یہ ندامت ہوگی کہ میں نے تو نیک اعمال بہت تھوڑے کیے ہیں کاش میں اس سے زیادہ نیک اعمال کر لیتا اور دنیا میں اپنی مصروفیات کو چھوڑ دیتا

۔آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ آج کے دن ہماری دولت صرف اور صرف نیکیاں ہیں آج نیکیوں کے سوا کوئی چیز کام نہیں دے رہی ۔اور اگر وہ بدکار رہو گا ،گناہ گار ہوگا تو اسے ندامت ہوگی کہ کاش میں ان گناہوں سے رک جاتا، میں گناہوں کو چھوڑ دیتا تو آج یہ ذلت ورسوائی میرا نصیب نہ بنتی ۔تو یہ کل (یوم آخرت) جس پر ہمارا ایمان ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن بن ہی نہیں سکتا اس کل کی ہمیں فکر کرنی چاہیے۔

رب ذوالجلال نے یہی فرمایا کہ جولوگ دنیا کے کل کی فکر کرتے ہیں اور دنیا کے لیے ہی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ ! مجھے مال و دولت دے اور انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں انہیں دنیا کا مال تو دے دیتا ہوں لیکن آخرت کے دن ان کے لیے کوئی چیز نہیں ہوگی اگر ہوگی تو وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی ۔اور جولوگ دنیا کی جستجو کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے بھی متفکر رہتے ہیں ایسے لوگوں کیلیے دنیا میں بھی انعامات واحسانات ہوں گے اور آخرت میں بھی ۔رب ذوالجلال اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں وہ جانتا ہے کہ میرے بندوں کی فطرت میں یہ بات ہے کہ نظر آنیوالی چیز کو حاصل کرنے کیلیے بڑے تڑپتے ہیں لیکن وہ چیز جو نظر نہیں آتی اسے خواب صورت وعدے سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں ۔اس لیے رب ذوالجلال نے ہمیں کچھ ایسے خاص مواقع عطا کیے ہیں کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی میں کبھی ندامت ہو کہ ہم نے اپنی زندگی کے بہت سے سال ضائع کر لیے ہیں ۔ہم عبادت نہیں کر سکے تو ہم تمہیں خاص ایام اور خاص مہینے دے دیتے ہیں ،ان خاص ایام اور مہینوں میں جو عبادت کرو گے اس کا اجر وثواب میرے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ ماہ رمضان کو تو ہم جانتے ہیں کہ یہ وہ ماہ مبارک ہے کہ جس میں ایک عبادت کا ثواب سات سو سے بھی کئی گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔لیکن ماہ رمضان کے علاوہ بھی ایک مہینہ ذوالحجہ کا ہے کہ جس کے پہلے عشرہ کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

سنن ترمذی کی روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ -يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ -قَالَ : قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ ، وَلا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ ؟ قَالَ :وَلا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ ،

إِلَّا رَجُلاً خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ، ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَٰلِكَ بِشَيْءٍ .

(سنن الترمذی باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر)

اے لوگو! ذوالحجہ کے عشرہ کے علاوہ کوئی عشرہ ایسا نہیں کہ جس میں کیا ہوا کوئی بھی نیک عمل اللہ کو اس قدر محبوب ہو جس قدر محبوب عمل وہ ہوتا ہے جو ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں کیا جائے۔ صحابہ حیران ہوتے ہیں کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی اس قدر فضیلت ہے کہ اس عشرہ کے سوا باقی سارا سال اگر ہم کوئی نیک عمل کریں تو اسکا ثواب اس عشرہ کی نسبت کم ہوگا۔ صحابہ پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی؟ اگر ہم اس عشرہ کے سوا دیگر ایام میں جہاد کرتے ہیں تو کیا اس عشرہ کا عمل جہاد سے بھی افضل ہوگا ؟ فرمایا ہاں مگر وہ شخص جو اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کے سارا مال لے کر اللہ کی راہ میں نکل گیا پھر نہ مال واپس آیا نہ جان واپس آئی اس کا اجر وثواب تو بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس کیفیت کے سوا عام جہاد سے بھی افضل یہ ہے کہ ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں نیک اعمال کیے جائیں، یہ رب ذوالجلال کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ خاص ایام عطا فرمائے ، تاکہ تم ان ایام میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرو تمہیں اتنا اجر دوں گا کہ کسی اور عشرہ میں اتنا اجر نہیں ملے گا پھر اس خاص عشرہ کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اس میں کوئی بھی عبادت خاص نہیں ہے۔ ماہ رمضان کو روزے کے ساتھ خاص کیا گیا ، لیکن یہاں عام اجازت ہے کہ جو بھی نیک عمل کرنا چاہتے ہو کرو ، نفلی صدقہ کرنا چاہتے ہو، نوافل پڑھنا چاہتے ہو ، نفلی روزے رکھنا چاہتے ہو ، قرآن کی تلاوت کرنا چاہتے ہو، ذکر واذکار کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے راستہ کھلا ہے جو نیک عمل چاہو کرو ۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس عشرہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ کل قیامت کے دن ندامت اٹھانے کی بجائے آج ہم اپنی زندگی میں گناہوں پر ندامت کرتے ہوئے نیک اعمال کی کمی پر پشیمان ہوتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اس عشرہ میں نیک اعمال کریں۔ وہ نیک عمل جو ہم بآسانی کر سکتے ہیں، جس کی ہمیں استطاعت ہے باقی ایام سے بڑھ کر اس عشرہ میں کریں تاکہ کل قیامت کے دن ہمیں ندامت نہ اٹھانی پڑے کہ ہماری نیکیاں بہت تھوڑی ہیں۔ عبادات تو بے شمار ہیں لیکن ہر شخص اس بات کا متلاشی ہوتا ہے کہ مجھے کوئی آسان سا نیک عمل بتایا جائے تاکہ میں تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھالوں۔

أن رجلا قال يا رسول الله إن شرائع الإسلام قد كثرت علي فأخبرني

بشیء أتشبث به قال لا یزال لسانک رطبا من ذکر الله

ایک صحابی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خیر، بھلائی، اور نیکی کے راستے تو بہت زیادہ ہیں۔ نیک کام تو بے شمار ہیں اور ہر قسم کے نیک اعمال کو میں انجام نہیں دے سکتا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی چھوٹی سی بات بتادیں زیادہ باتیں مجھے بھول جاتی ہیں کوئی چھوٹی سی بات بتادیں میں اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑلوں تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر لمحے تیری زبان پر اللہ کا ذکر ہو۔ یہ کام کرلیا کرو یہ عمل تمہیں بہت کام دے گا۔

تو ذکر الٰہی ایک ایسا عمل ہے کہ جس کیلیے کوئی پابندی نہیں ہے، کوئی شرط نہیں ہے۔ نمازوں کیلیے پابندی ہے کہ تم وضو کے بغیر نماز نہیں پڑ سکتے، قبلہ رخ کے بغیر تم نماز نہیں پڑھ سکتے ، فلاں فلاں اوقات میں تم نماز نہیں پڑھ سکتے۔ روزے کے خاص اوقات ہیں، صدقات کیلیے ضروری ہے کہ آپ کے پاس کچھ مال ہو اور مال خرچ کرنے کا کچھ حوصلہ بھی ہو اور اسی طرح حج کے بھی خاص ایام ہیں اور اس کو ادا کرنے کیلیے بھی مال چاہیے لیکن ذکر الٰہی ایک ایسا عمل ہے جس کے لیے کوئی پابندی نہیں انسان باوضو ہو یا بے وضو، چل رہا ہے یا بیٹھا ہے ، کھڑا ہے یا لیٹا ہے، کوئی پابندی نہیں۔ بغیر کسی پابندی اور بغیر کسی شرط کے اس عبادت کو انجام دیا جاسکتا ہے۔

رحمت کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِی یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِی لا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ . (صحیح بخاری باب فضل ذکر الله عزوجل) وہ انسان جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی ہے اور جو یاد نہیں کرتا اس کی مثال مردہ کی ہے"

ایک مسلمان کی روحانی زندگی ذکر الٰہی میں ہے اور اس کی روحانی موت ذکر الٰہی کو چھوڑنے میں ہے۔ وہ انسان جو اللہ کو یاد نہیں کرتا، اللہ کو بھلا دیتا ہے وہ سمجھے کہ اس کی روحانیت ختم ہوچکی ہے۔ اس کی روح مردہ ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کیلیے ذکر الٰہی سے محفوظ قلعہ کوئی نہیں ہے۔ تم دنیا میں دشمنوں سے بچنے کیلیے محفوظ قلعے بناتے ہو لیکن شیطان جو تمہارا دشمن ہے اگر تم اس کے شر سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو پھر ذکر الٰہی ایک ایسا قلعہ ہے جس کے ذریعہ سے تم اپنے آپ کو اس سے محفوظ کرسکتے ہو اور شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ذکر الٰہی سے یہ مراد نہیں ہے کہ زبان پہ

اللہ، اللہ ہو اور ساتھ ساتھ اللہ کی معصیت بھی کر رہا ہو۔ ہاتھ میں ترازو سے کم تول رہا ہو لیکن ساتھ ساتھ ذکر الٰہی بھی کر رہا ہو، چوری کرنے جا رہا ہے بسم اللہ پڑھ کر چوری کرتا ہے چوری کرتے وقت اللہ کو یاد کر رہا ہے یہ ذکر الٰہی نہیں ہے۔ ذکر الٰہی کا معنی یہ ہے کہ آپ جس کو یاد کر رہے ہیں اس کی عظمت اور اس کے جلال کو یاد رکھیں۔ جس طرح آپ کے والد محترم اگر آپ کو کسی کام سے روکتے ہیں تو آپ کے دل میں یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں میرے والد صاحب مجھے ایسا کرتے ہوئے دیکھ نہ لیں۔ آپ ڈر جاتے ہیں وہ کام نہیں کرتے کہ کہیں کوئی آدمی میرا یہ عمل میرے والد محترم کو نہ بتا دے۔ جب والد یاد رہتا ہے تو آپ اس کام کو چھوڑ دیتے ہو کہ جس کام سے والد نے روکا تھا۔ تو وہ اللہ جو غائب نہیں ہے ہمیں دیکھ رہا ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے ۔ اللہ کی یاد یہ ہے کہ اگر اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب اذان ہو جائے تو نماز کیلیے مسجد کی طرف آ جاؤ۔ اللہ نے ہمیں کہا ہے کہ یہ یہ کام حرام ہیں انہیں نہیں کرنا، جھوٹ بولنا جرم ہے، غیبت کرنا جرم ہے، دھوکہ دینا جرم ہے، کسی کا مال ناحق اٹھا لینا جرم ہے' ذکر الٰہی کا معنی یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں کہ اس نے تمہیں کن باتوں کا حکم دیا ہے اور کن باتوں سے روکا ہے۔ اگر ہمیں اللہ یاد ہو گا کہ کل قیامت کے دن اللہ نے مجھ سے میرے اعمال کا حساب لینا ہے تو پھر میں ایسے اعمال کروں کہ کل اللہ مجھے میرے اعمال پر خوش ہو کر انعام دے، اور میں وہ کام چھوڑ دوں جس کام کی وجہ سے مجھے خوف ہو کہ اللہ مجھے سزا دے گا ۔ یہ ہے ذکر الٰہی! اگر ہم اس حقیقت کے ساتھ ذکر الٰہی کریں تو۔

رب کائنات فرماتے ہیں کہ :

أَنَا مَعَ عَبْدِي حَيْثُمَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ ۔ (متفق علیه)

کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب میرے بندے کے ہونٹ میرے نام کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں"

جب میں اپنے بندے کیساتھ ہوتا ہوں تو اسے دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ذکر الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہو کر اگر ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ رب ذوالجلال کی معیت ہمیں حاصل ہو جاتی ہے اس کی عظمت ہمیں حاصل ہوتی ہے، اس کی برکات ہمیں حاصل ہوتی ہیں لیکن چونکہ ذکر الٰہی کی اہمیت سے ہم واقف نہیں ہیں اس لیے ہم اسے معمولی بات

سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ معمولی بات نہیں ہے۔

بعض صحابہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم غریب لوگ ہیں، ہمارے پاس مال و دولت نہیں ہے کہ ہم صدقات وخیرات کر کے اللہ کے ہاں فضیلت حاصل کر سکیں۔ لیکن یہ ہمارے بھائی جنہیں اللہ نے مال و دولت کی نعمت سے نوازا ہے یہ مال و دولت کے ساتھ صدقات وخیرات کرتے ہیں اور غریبوں کیساتھ ہمدردی کرتے ہیں اس طرح ہم سے یہ نیکیوں میں بڑھ گئے ہیں۔ نمازیں وہ بھی پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں، روزے وہ بھی رکھتے ہیں ہم بھی رکھتے ہیں لیکن وہ صدقات وخیرات کرتے ہیں ہم نہیں کرتے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہے کہ تم مال داروں سے آگے بڑھ جاؤ تو ہر نماز کے بعد تسبیحات پڑھ لیا کرو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اس طرح تم ان سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ یہ ذکر الٰہی چیز ہی ایسی ہے کہ اگر انسان اسے اختیار کر لے تو وہ منزلیں اور وہ مراتب جو مال و دولت کیساتھ ملتے ہیں انسان ذکر کے ساتھ ان سے آگے بڑھ سکتا ہے۔

اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ ، وَلاَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ الْعَشْرِ ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ ، وَالتَّكْبِيرِ ، وَالتَّحْمِيدِ.

(مسند احمد باب مسند عبداللہ بن عمر جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۲۹۶)

اے لوگو! اس ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی نسبت اللہ کے ہاں کوئی دن عظیم نہیں ہے جتنے عظیم یہ دس دن ہیں اور اسے یہ بات محبوب ہے کہ اس عشرہ میں نیک عمل کیے جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ اے لوگو! اس عشرہ میں کثرت سے "لا الہ الا اللہ" "اللہ اکبر: اور الحمد للہ: پڑھا کرو۔ اگر تم میں کسی اور عمل کی استطاعت نہیں ہے تم اور کوئی کام نہیں کر سکتے ہو تو اس عشرہ میں کم از کم یہ کام تو کر لیا کرو کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اس لیے صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تو بلند آواز سے تکبیرات کہتے، بازار میں چلتے ہوئے، کاروبار کرتے ہوئے، سونے سے پہلے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر لمحہ اللہ کی بڑائی بیان کرتے، تکبیرات کہا کرتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی اس بات

کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آتے ہی ہم کثرت سے ذکر الٰہی کریں۔ اللہ کی تکبیرات، اس کی بڑائی، اس کی حمد ہماری زبان پر ہو۔ یہ عمل اگر ہم اس عشرہ ذوالحجہ میں کرلیں تو امید ہے کہ یہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

ایک اور حدیث قدسی میں ہے کہ رب کائنات فرماتے ہیں کہ:

"أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلا أَنَا، مَالِكُ الْمُلُوكِ وَمَلِكُ الْمُلُوكِ، قُلُوبُ الْمُلُوكِ فِي يَدِي، وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا أَطَاعُونِي حَوَّلْتُ قُلُوبَ مُلُوكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّأْفَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا عَصَوْنِي حَوَّلْتُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْهِمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنِّقْمَةِ فَسَامُوهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ، فَلا تَشْغَلُوا أَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَى الْمُلُوكِ، وَلَكِنِ اشْتَغِلُوا بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ إِلَيَّ أَكْفِكُمْ مُلُوكَكُمْ

(المعجم الاوسط باب من اسمه :مقدام جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۹)

اے لوگو! میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور میں ساری دنیا کے بادشاہوں کا مالک ہوں ، ساری دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں اور بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور جب میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل ان پر مائل کردیتا ہوں، انہیں ان پر مہربان بنادیتا ہوں پھر یہ بادشاہ میرے بندوں پر رحم اور شفقت کرتے ہیں۔ اور جب میرے بندے میری معصیت کرتے ہیں (میری تعلیمات کو ٹھکرادیتے ہیں میری حرام کردہ چیزوں کو اختیار کرتے ہیں اور میری بات نہیں مانتے) تو میں بادشاہوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہوں پھر ان بادشاہوں کے دلوں میں غصہ اور انتقام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ میرے بندوں کو بدترین تکالیف دیتے ہیں ، انہیں پریشان کرتے ہیں۔

اے میرے بندو! اگر ایسا ہو جائے کہ تم پر ظالم بادشاہ آجائیں یا ظالم حکمران مسلط ہو جائیں جو تم پر زیادتی کریں تو اس وقت تم اپنا وقت ان بادشاہوں کو بددعائیں دینے میں ضائع نہ کرنا بلکہ ایسے موقع پر جب تمہارے بادشاہ ظالم ہوں تم مجھ کو یاد کرنا، میرے سامنے گڑ گڑانا، عاجزی کا اظہار کرنا میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں میں ان بادشاہوں کے لیے کافی ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ان کے دل میرے ہاتھ میں ہیں میں ان بادشاہوں کے دلوں کو پھیر سکتا ہوں۔ ان کے دلوں میں جذبہ انتقام کو

شفقت ورحمت میں تبدیل کرسکتا ہوں۔ آج ہم حکمرانوں کے ظلم پر تو روتے ہیں لیکن جائزہ لیں کہ ہم خود کس قدر اللہ کے دین سے دور ہیں۔ ہمارے معاشرے میں کس قدر گناہ بڑھتے جارہے ہیں یہ گناہ کرنے کیلیے کوئی اور مخلوق نہیں آتی بلکہ ہم ہی ہیں جو اس زمین میں گناہ کو پھیلا رہے ہیں۔ ہمیں آج دنیا کی فکر ہے لیکن کل قیامت کے دن کی فکر نہیں ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ آج سال کی آخری رات ہے نئے سال کا آغاز ہونے والا ہے ہم جس طرح چاہیں اس رات کو گزار دیں فحاشی کیساتھ، بے حیائی کے ساتھ ،شراب نوشی اور شراب و کباب کیساتھ ہمیں یہ تو یاد ہے کہ ہم نئے سال کی خوشی میں جس طرح چاہیں خوشی کا اظہار کریں۔ لیکن ہم بھول جاتے ہیں کہ کل قیامت کے دن رب ذوالجلال نے ہمارے ایک ایک عمل کا حساب لینا ہے۔ اس دنیا میں ہمیں رب ذوالجلال نے بہترین مواقع عطا کیے ہیں یہ عظیم اور افضل ایام دیئے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تم سے غلطی ہوگئی ہے تو پلٹ آؤ میری جانب ان ایام میں مجھے یاد کرلو، میری عبادت کرلو میں تمہیں اس کا اتنا اجر دوں گا جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا لیکن ہم اللہ کو بھول کر نئے سال کے آغاز میں جو چاہتے کرتے ہیں۔ نہیں: ایسے مواقع پر یاد کرنا ہے تو اللہ کو یاد کرو، گزرے ہوئے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ اللہ کے سامنے جھک جاؤ، اس کے سامنے اپنی حاجات رکھو، اس سے عہد کرو کہ اے اللہ! نئے سال میں ہم تیری اطاعت کریں گے تیری معصیت اور گناہوں سے دور رہیں گے۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمیں آخرت کی فکر کرنی چاہئے اور جو ایام اور مہینے اللہ نے ہمیں دیے ہیں ہمیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس عشرہ کے آداب میں صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو آدمی عید کے موقع پر قربانی کرنا چاہتا ہے تو وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے جب تک وہ قربانی ذبح نہیں کرلیتا۔ تو جن اشخاص نے قربانی کرنی ہے تو وہ ماہ ذوالحجہ سے پہلے پہلے ان کاموں سے فارغ ہو جائیں اور جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو بال اور ناخن نہ کٹوائیں تا کہ ان کی قربانی بھی اللہ کے ہاں مقبول ہو اور ان کو اسکا اجر وثواب بھی ملے۔

اس عشرہ میں فضیلت والا ایک کام 9 ذوالحجہ کا روزہ ہے صحیح مسلم کی روایت ہے (یكفر السنة الماضية و الباقية)

جو آدمی یوم عرفہ کا روزہ رکھتا ہے اس کے دو سال (ایک سال گزشتہ اور ایک آنے والے سال) کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اتنی بڑی فضیلت ہے یوم عرفہ کی تو ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے اور اس روزہ کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

اور عشرہ کا آخری روز 10 ذوالحجہ ہے جس میں رب ذوالجلال کو سب سے زیادہ محبوب عمل قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا ہے کیوں کہ یہ عمل ہمیں ایک عظیم واقعہ کی یاد دلاتا ہے ، ہمارے دلوں میں جذبہ قربانی کو بیدار کرتا ہے ۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ‎ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ‎ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (سورة الصّٰفّٰت :103 تا 109)

تو جب دونوں (ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے) اپنے آپ کو اپنے خالق کے حوالے کر کے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور باپ نے بیٹا عطا کرنے والے کے حضور نذرانے کے طور پر پیش کرنے کے لیے بیٹے کو لٹا دیا ، تو ہم نے آواز دی اے ابراھیم! تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم نے احسان کرنے اور اچھے اعمال کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی جس میں وہ کامیاب ہوئے اور ہم نے اس کی جگہ ایک عظیم قربانی عطاء کی اور ہم نے ان کا ذکر قیامت تک کے لیے باقی رکھا اور ان کی سنت کو ہمیشہ باقی رکھا ابراہیم پر سلامتی ہو ہم یوں جزاء دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو بے شک وہ ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

یہ ایک حقیقت بھی ہے اور ہمارے ایمان کا جزء بھی کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے یہ ہمارا نہیں ہے بلکہ ہمارے خالق و مالک نے ہمیں عطاء کیا ہے ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے ، مال و دولت ، قوت و طاقت اور صلاحیت یہ سب چیزیں ہمارے خالق نے ہمیں عطاء کی ہیں، ہماری ملکیت میں جو کچھ بھی ہے مال و دولت، اولاد، عزت اقتدار، تجارت یہ سب ہم پر اللہ کا انعام ہیں ۔

اس کا یہ حق ہے ہمیں دینے کے بعد ان چیزوں میں سے جو چیز بھی ہم سے مانگے ہم خوشی کے ساتھ اس کی راہ میں قربان کر دیں ۔ اور اگر وہ ہم سے پوچھے بغیر اپنی دی ہوئی نعمت واپس لے لے تو اس کے فیصلہ پر ہم صبر اور شکر کا مظاہرہ کریں۔

ایک مومن کے ایمان کا حصہ ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں ہر چیز کو اپنی نہیں بلکہ اپنے خالق مالک کی نعمت اور امانت سمجھتا ہے اسی جذبہ کو قائم اور بیدار رکھنے کے لیے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ تمہارا نہیں ہے، کسی اور نے تم کو عطاء کیا ہے تم اس کے مالک نہیں ہو اس کا کوئی اور مالک حقیقی ہے جزبہ قربانی کو پروان چڑھایا جاتا ہے کہ انسان اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اللہ کی رضا کے لیے قربانی پیش کرے۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہابیل اور قابیل کے بارے میں قرآن یہ بیان کرتا ہے

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا (سورة المائده: 27) ہابیل اور قابیل نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی۔

قرآن یہ بھی کہتا ہے: ولكل امة جعلنا منسكا

ہم نے ہر امت، ہر مذہب، ہر نبی اور ہر رسول کی شریعت میں قربانی کا تصور رکھا ہے، کوئی دین قربانی کے تصور سے خالی نہیں ہے لیکن قربانی کا یہ طریقہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے اور ہابیل اور قابیل سے چلا آرہا ہے اس قربانی کو نہ تو سنت آدم کہا جاتا ہے نہ ہی اسے سنت ہابیل کہا جاتا اور نہ سنت قابیل کہا جاتا ہے اس قربانی کو نام دیا گیا تو سنت ابراہیمی کا نام دیا گیا۔

اس عمل کو سنت ابراہیم کیوں کہا گیا اس لیے پہلی امتوں میں قربانیوں میں محض ایک جانور اللہ کے راہ میں قربان کرنے کا جذبہ ہوا کرتا تھا، لیکن سنت ابراہیمی میں اس قربانی کے جذبے کے ساتھ ساتھ اور بے شمار ایسی چیزیں ہیں جن کی بنا پر اس سنت کو ابراہیم علیہ السلام کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

کہ اگر باپ بھی رب کا باغی ہو، بت فروش ہو تو ایسے باپ سے اعلان برات کرنا سنت ابراہیم ہے، ہمیں یہ سنت ابراہیم بتاتی ہے کہ اللہ کے مقابلے میں اگر تمہارا باپ بھی کسی کو معبود قرار دے تو ایسے باپ کی اطاعت کرنا لازم ہے اور نہ جائز ہے، ایسے بت فروش سے اعلان برات کرنا سنت ابراہیم ہے اور سنت ابراہیم ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اگر تمہارا حاکم وقت بھی نمرود کی طرح توحید کے خلاف علم بلند کرے تو تم نے ابراہیم کی طرح ایسے نمرود کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا ہے۔

سنت ابراہیم ہمیں بتاتی ہے کہ تم اپنی جان کے مالک نہیں ہو تمہیں یہ جان تمہارے خالق نے عطاء کی ہے اور اپنے خالق کی توحید کے لیے اگر تمہیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے اگر تمہیں آتش نمرود میں کودنا پڑے تو سنت ابراہیم تمہارے اندر یہ جذبہ پیدا کرے گی، کہ اللہ کی توحید کے لیے تم دوسرے کی جلائی ہوئی آگ میں کود پڑو یہ ہے سنت ابراہیم علیہ السلام۔

جو ہمیں درس دیتی ہے کہ ساری زندگی تمہیں بے شک اولاد نہ ملے لیکن اپنے خالق و مالک کے در کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے سوال نہیں کرنا سنت ابراہیم ہمیں یہ بتاتی ہے تم کو جو کچھ اللہ نے عطاء کیا ہے اگر اللہ تم سے کسی چیز کا مطالبہ کرے، تو تم نے اپنی خوشی کے ساتھ اس کی عطاء کردہ نعمت کو اس کے راستے میں قربان کر دینا ہے۔

یہ سنت ابراہیم ہے جو محض جانور کو ذبح کرنے کے لیے نہیں بلکہ توحید کا علم بلند کرنے، اللہ کی نعمت کی قدر اور شکر ادا کرنے اور اس کا خالص بندہ بننے کے لیے ہمیں اسوہ کے طور پر دی گئی ہے ، سنت ابراہیم محض ایک جانور کی قربانی نہیں ہے بلکہ وہ جذبہ ہے جو ابراہیم خلیل اللہ میں تھا، اس جذبہ کو اپنے اندر پیدا کرنا اصل مقصود ہے اور یہ قربانی جو ہم نے اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لیے اس کے حضور پیش کرنی ہے اس کے لیے کچھ آداب اور کچھ شروط بھی ہیں، آج ہمارا عمل تو یہ ہے ہم اگر جانوروں کے تاجر ہیں تو قربانی کا جانور فروخت کرنے کے لیے قربانی کا ٹیکس عائد کر کے مہنگائی پیدا کر دیتے ہیں، ہم اہل ایمان کے لئے قربانی کا جانور خریدنے میں آسانی پیدا کرنے کے بجائے انہیں لوٹنے کے طریقے ایجاد کرتے ہیں پھر ظالمانہ طریقے سے دولت کما کر اسی دولت سے قربانی کرتے ہیں۔ حالانکہ جس ذات کو قربانی پیش کرنی ہے اس کا حکم ہے۔

" یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم (البقرۃ 267)

اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی سے میری راہ میں خرچ کرو۔

و لا تیمموا الخبیث (البقرہ: 267) اور حرام کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔

وہ اللہ تو ہر عیب سے پاک ہے اور وہی چیز قبول کرتا ہے جو پاکیزہ ہو، اللہ کی راہ میں جو

مال خرچ کرو وہ حلال کمائی کا بھی ہو عمدہ بھی ہو۔ایک دفعہ سید کائنات ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص نے کھجوروں کا ایک خوشہ مسجد میں رکھا کہ اس سے غریب مسافر، غریب طلباء اور اصحاب صفہ کے لوگ اپنی بھوک مٹا سکیں لیکن کھجوریں ردی قسم کی تھیں آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا:

اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اپنے باغ کی بہترین کھجوریں صدقہ کرتا اس کے اختیار میں تھا لیکن اس نے جان بوجھ کر ردی کھجوریں دیں ہیں جو عام طور پر لوگ پھینک دیتے ہیں ،آپ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے حضور اس کو جو چیز ملے گئی وہ بھی ردی ہوگی تم اللہ کے لیے وہ چیزیں دیتے ہو جو تمہارے کام کی نہیں ہیں لیکن اس بات کے اظہار کے لیے کہ ہم صدقہ کرتے ہیں وہ مال خرچ کرتے ہو اگر تم کو وہ چیز دی جائے تو تم قبول نہ کرو ، ایسے صدقات اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتے۔

’’لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ‘‘ (آل عمران: 92)

تم ہرگز نیکی کا اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتے ، جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ یہ جذبہ پیدا کرو کہ اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر سکو۔لیکن یہ جذبہ پیدا کرنے کے بجائے ہم کوشش کرتے ہیں کہ نکمی سے نکمی اور گھٹیا چیز اللہ کی راہ میں دیں ، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو طیب ہے ،ہر عیب سے پاک ہے ،وہ تمہاری عیب دار چیز کو قبول نہیں کرے گا۔

اس لیے قربانی کے جانور کا انتخاب کرتے ہوئے ہمیں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس مال سے ہم قربانی کے جانور خرید رہے ہیں، وہ مال حلال کمائی کا بھی ہو اور دل میں جذبہ ہو کہ اللہ کی راہ میں جو چیز ہم نے دینی ہے وہ بہترین اور عمدہ بھی ہو ، ہم اپنے کسی عزیز دوست کو شادی یا کسی اور موقع پر تحفہ دیتے ہیں تو ہماری خواہش ہوتی ہے کہ اپنے دوست اور عزیز کو اچھی سے اچھی چیز دیں تاکہ وہ خوش ہو جائے۔

لیکن اپنے خالق و مالک کو جو ہمیں سب کچھ دینے والا ہے ہمارا محسن ہے جب اس کے لئے خرچ کرنے کی باری آتی ہے تو پھر یہ کوشش ہوتی ہے کہ مال زیادہ خرچ نہ ہو، سستی چیز مل جائے، یونہی کام چل جائے، نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے، یہ جذبہ قربانی نہیں ہے، جذبہ قربانی یہ

ہے اگر ہمیں اللہ کی رضا کے لیے سارا مال بھی قربان کرنا پڑ جائے تو سودا رد نہیں کرنا چاہئے یہ خسارے کا سودا نہیں ہے بلکہ منافع کا سودا ہے۔

ہم قربانی کے انتخاب کے لئے اہتمام کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہئے کہ جانور عمدہ ہو، دو دانت والا ہو ، اس کے کان کٹے ہوئے نہ ہو، سینگھ ٹوٹے ہوئے نہ ہوں، لنگڑا نہ ہو، آنکھیں خراب نہ ہوں ، اس کی ٹانگیں درست ہوں، صحیح چلتا ہو، ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ جانور خریدیں جس میں کوئی عیب نہ ہو۔

تو اس کے لیے سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ وہ مال جس مال سے قربانی خرید رہے ہیں وہ مال حلال کمائی کا ہو حرام کا نہ ہو اور یہ خالص اپنے خالق و مالک کی رضا کے لیے ہو، ریا کاری کے لیے نہ ہو، اور جب جانور کا انتخاب کرتے وقت یہ جذبہ ہوتا ہے کہ یہ جانور عیب سے خالی ہو اس کی ہر شکل صورت اچھی ہو، جسم اس کا اچھا ہو، چال ڈھال اس کی درست ہو۔ اگر اس کی شکل اچھی نہ ہوگی چال ڈھال صحیح نہ ہوگی تو یہ قربانی نہیں ہوگی، وہاں یہ بھی سوچئے! کہ ہم بھی تو اللہ کے بندے ہیں کیا ہماری شکل صورت ایسی ہے جیسی اللہ تعالی کو پسند ہے ، اپنے کردار پر ذرا غور کرلیں ہمارا کردار، ہمارا چال چلن، ہمارا رہنا سہنا ، کیا اس طرح ہے؟ جس طرح اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے اسوہ کی شکل میں ہم سے طلب کیا ہے۔

ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اگر قربانی کے جانور تو ہم نے بے عیب تلاش کئے مگر اپنے عیوب پر نگاہ نہ ڈالی ، انہیں دور کرنے کی کوشش نہ کی ، جانور تو اچھا خرید لیں مگر اپنے کردار کو نہ دیکھیں، اپنی چال ڈھال کو نہ دیکھیں، اپنی شکل وصورت کو نہ دیکھیں، تو پھر شاید کہ یہ ہماری قربانی رب تعالٰی کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے۔

اور قربانی کرتے وقت ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ قربانی کرنے کا طریقہ بھی سنت کے مطابق ہو ، اگر ہماری عبادت، ہمارا عمل، ہماری قربانی، سنت نبوی کے مطابق نہ ہوگی تو رب تعالٰی کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

صحابی رسول ﷺ حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں: کہ عید کے دن رحمت کائنات ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

آپ نے فرمایا: ''ان اول ما نبدا فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذلک فقد اصاب سنتنا (البخاری، ح: 955)

کہ آج کے دن 10 ذوالحجہ کو سب سے پہلا کام جس سے عید کے دن کا آغاز کرنا ہے وہ ہم نماز پڑھیں گے نماز کے بعد اپنے گھر واپس جائیں گے پھر قربانی کریں گے۔ جس نے اسی طرح کیا کہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد قربانی کی اسی نے ہماری سنت کو اختیار کیا۔

''من صلی صلاتنا ونسک نسکنا فقد اصاب النسک ومن نسک قبل الصلاۃ فتلک شاۃ لحم'' (سنن نسائی، ح: 4395)

اور جس نے عید کی نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا وہ قربانی نہیں ہے وہ گوشت کے لئے جانور ذبح کیا گیا ہے۔ جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی سے ذبح کر لیا، یہ قربانی نہیں ہے۔

ایک صحابی اور آئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے معلوم نہیں تھا، میں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی فرمایا: قربانی نہیں ہوئی صحابی بھی قربانی کرے لیکن مسنون طریقہ سے ہٹ کر ہو، رب تعالیٰ کے ہاں وہ بھی قابل قبول نہیں۔

تو یہ قربانی ہمیں درس دیتی ہے جس طرح یہ قربانی سنت کے مطابق ہوگی تو اللہ کے ہاں قابل قبول ہے، اس طرح تمہاری ہر عبادت، تمہارا ہر عمل، سنت نبوی کے مطابق ہے تو تمہارا عمل عبادت ہے اور اللہ کے ہاں قبول ہے۔ لیکن اگر تمہارا عمل جس میں تم نے بے شک بہت مال خرچ کیا ہے، محنت کی ہے، مشقت برداشت کی ہے، اگر وہ سنت کے مطابق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔

اور یہ سنت ابراہیم جس کو ہم ادا کر رہے ہیں لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ واجب ہے، فرض ہے، سنت ہے؟ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر تھوڑی سی گنجائش مل جائے تو ہم قربانی نہ کریں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آقا، ہمارے رہنما، ہماری محبوب ہستی ﷺ نے، اپنی زندگی میں ہر سال قربانی کی ہے کبھی ایک قربانی کی کبھی دو قربانیاں کی، اور کبھی آپ نے عام ایام میں کوئی عمرہ کے لئے مکہ جانے والا مل گیا اس کے ہاتھ قربانیاں بھیج دیں کہ تم مکہ جا رہے ہو میری قربانی بھی وہاں جا کر ذبح کر دینا۔ یہ سب کچھ جاننے کے بعد کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ہم سوال کریں کہ

قربانی واجب ہے یا سنت ، عشق رسول اور محبت رسول کے داعی تو ضرور ہیں۔لیکن پھر بھی ہم حیلے بہانے کرتے ہیں کہ ہمیں مال خرچ نہ کرنا پڑے اس کو سنت قرار دے دیتے ہیں تاکہ اسے چھوڑ سکیں،نہیں ایک مومن کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی محبوب ہستی نے جو کام بھی کیا ہے اس کو اختیار کرے اگر ہمارے آقا سید کائنات ﷺ نے اپنی زندگی کے ہر سال کہ جہاں ایسے حالات بھی تھے گھر میں چولہا بھی نہیں جل رہا تھا صرف پانی اور کھجور پر گزارا ہو رہا تھا۔ لیکن قربانی کا موقع آیا تو قربانی اللہ کے حضور ضرور پیش کی، کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ جس سال آپ نے قربانی نہ کی ہو اور زندگی کے آخری سال حج کے موقع پر آپ نے ایک نہیں بلکہ ایک سو 100 اونٹ ذبح کیے، پھر بھی پوچھا جائے،سنت ہے یا واجب؟ نہیں ہم سے نہ پوچھئے، اپنے دل سے پوچھئے آپ کا دل کیا کہتا ہے؟ آپ کی محبت رسول کیا کہتی ہے؟اگر بیٹے کی شادی ہو ، ولیمہ کرنا ہو تو ہم سے نہیں پوچھتے کہ میرے پاس ولیمہ کے اخراجات نہیں ہیں،کیا ہم قرض لے کر شادی اور ولیمہ کے اخراجات پورے کر لیتے ہیں ، قرض لے کر بیٹی کے لئے جہیز خریدتے ہیں، ہم سے تو نہیں پوچھتے کہ بیٹی کے جہیز کے لیے قرض لینا جائز ہے کہ ناجائز؟

لیکن جب اللہ اور اس کے رسول کی بات آتی ہے،تو ہمیں کہتے ہیں کہ آپ فتویٰ دے دیں کہ یہ واجب نہیں سنت ہے ، تاکہ ہمارے لیے کوئی راستہ نکل آئے ، نہیں یہ ایمان اور محبت رسول کے تقاضے کے منافی بات ہے، عشق رسول ﷺ کے داعی ہیں تو پھر عشق و محبت رسول ﷺ کا تقاضہ یہ ہے کہ سنت کے مقابلے میں اپنی ساری خواہشات کو قربان کر ڈالیں اور یہی قربانی کا درس ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کو ہمیشہ مقدم رکھو۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا صرف ایک ہی بیٹا اسمٰعیل علیہ السلام تھا ابھی دیگر اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی،اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا تو اپنے اس اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں ، جس نبی کے نام یہ سنت منسوب ہے ، اس نبی کا تو ایک ہی بیٹا ہے اس کو بھی اللہ کے اشارے پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں ، اس لئے نہ پوچھئے کہ قربانی سنت ہے یا واجب ؟ یہ اس امت کا شعار ہے اسے قائم رکھیں۔

اس قربانی کے ساتھ ایک بات اور ملحوظ رکھیں ،جتنی بھی عبادات ہم پر فرض کی ہیں۔ان

کا ایک مقصد تقوی کا حصول بھی ہے۔

روزے فرض کئے تو اس کا مقصد بتایا ''لعلکم تتقون''
نمازیں فرض کیں تا کہ دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو، حج
فرض کیا تو تقویٰ کے لیے، زکوۃ فرض کی تو تقویٰ کے لیے، جتنی بھی
عبادات ہیں سب اہل ایمان کے دلوں میں خشیت الٰہی پیدا کرنے اور
ان کو متقی بنانے کے لیے ہیں۔

لیکن قربانی ایک ایسی عبادت ہے جو قبول ہوتی ہی متقی لوگوں کی ہے، تقویٰ نہیں ہوگا تو قربانی قبول نہیں ہوگی۔

'' لن ينال الله لحومها و لا دمائها و لكن يناله التقوى منكم'' (الحج: 37)

لوگو! اللہ کے پاس نہ تمہاری قربانی کا گوشت جاتا ہے نہ خون جاتا ہے اس کے پاس کوئی چیز جاتی ہے تو وہ تمہارے دل کی کیفیت (تقویٰ) جاتا ہے۔

'' انما يتقبل الله من المتقين'' (المائدة 27)

سن لو! اللہ قربانی ان کی قبول کرتے ہیں جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے جو متقی نہیں ہیں ان کی قربانی قبول نہیں ہوتی رب تعالیٰ نے قرآن میں بیان کر دیا کہ قربانی صرف متقی لوگوں کی قبول ہوتی ہے، اب خود غور فرمائیں کہ ہم مومن ہیں مسلمان ہیں تو وہ عبادات جو ہمارے اندر تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں اگر ہم ان عبادات کا خیال نہیں رکھتے، وہ نماز جو ہمارے اندر تقویٰ پیدا کرتی ہے، وہ روزے، وہ زکوۃ اور حج جو ہمیں متقی بناتے ہیں۔ اگر ہم ان عبادات کا خیال نہیں کرتے، نمازوں میں سستی کرتے ہیں روزوں کو بوجھ سمجھتے ہیں زکوۃ اور حج کی فکر نہیں ہے لیکن قربانی کے موقعہ پر قربانی کرلیں تو کیا ہماری قربانی قبول ہو جائے گی، خود ہی غور کریں قربانی کی قبولیت کے لیے تقویٰ شرط ہے اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے عبادات کے ذریعہ، اگر ہم عبادات میں سستی کرتے ہیں تو تقویٰ نہیں ہوگا، اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر قربانی کی قبولیت کی امید نہیں کرنی چاہیے۔

اس لیے ہمیں اس موقعہ پر اللہ سے عہد بھی کرنا چاہیے کہ اے اللہ ہم قربانی تیرے حضور پیش کر رہے ہیں اور تیری یہ شرط ہے کہ قربانی کی قبولیت صرف متقی لوگوں کے لیے ہے تو ہمیں توفیق دے ہم نمازوں کی پابندی کریں، تیری تمام عبادات کی پابندی کریں، ہمیں توفیق دے ہمارے دلوں

میں تیرا خوف اور خشیت پیدا ہو۔ ہم تجھ سے عہد بھی کرتے ہیں اور اے اللہ تجھ سے توفیق بھی مانگتے ہیں۔

قربانی کے اثرات قربانی کرنے والے پر کیا ہوتے ہیں ؟

قربانی محض جانور کو ذبح کرنے کا نام نہیں ہے یہ عمل ہمارے اندر جذبہ ایثار و قربانی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے محض جانور ذبح کرنا مقصود نہیں۔

فکلوا منها و اطعموا القانع و المعتر (الحج: 36)

جب تم قربانی کر چکو تو خود بھی کھاؤ اور اپنے محلے کے غریب اور مساکین کو بھی کھلاؤ، اگر اس دن کوئی سائل تمہارے پاس مانگنے آجائے تو اس کو خالی ہاتھ واپس نہ کرو اور اگر تمہارے پاس کوئی مانگنے نہیں آیا مگر تم کو معلوم ہے کہ وہ غریب ہے مسکین ہے اس نے قربانی نہیں کی تو اس کے گھر دے کر آؤ۔ بہت سے ایسے گھرانے ہیں جہاں سال بھر گوشت نہیں پکتا ، کچھ ایسے گھرانے ہیں جہاں صرف مہمان کی آمد پر ہی گوشت پکتا ہے ، کچھ گھرانوں میں بچے گوشت کو ترستے رہتے ہیں۔ کوئی آئے یا نہ آئے تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کے گھر گوشت بھیجو۔ یہ قربانی ہمیں درس دیتی ہیں کہ تم اللہ کے بندے ہو اللہ کی ساری مخلوق اس کی مخلوق ہے تمہارے دلوں میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ہونا چاہیے ، دوسروں کی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو گویا تم نے قربانی کا مقصد حاصل کر لیا۔

لیکن اگر تمہارے اندر غریبوں کے ساتھ ہمدردی پیدا نہیں ہوئی، غریبوں کی بھوک اور پیاس کا تمہیں احساس نہیں ہوا، تم نے غریبوں کی تکلیف دیکھی لیکن اپنی راحت کا خیال کیا اپنے غریب بھائیوں کی تکلیف دور کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا، تو گویا تمہارے اندر یہ جذبہ قربانی پیدا نہیں ہوا، قربانی کرنے کے بعد ایک مومن کے اندر یہ جذبہ ایثار و قربانی پیدا ہونا چاہیے کہ اللہ کی مخلوق کے لیے میں اپنا آرام قربان کروں ، راحت قربان کروں ، مال قربان کروں اور جان بھی قربان کروں۔ جذبہ ایثار و قربانی کا یہ تقاضہ ہے کہ قربانی کا سارا گوشت فریز نہ کریں ، اچھا اچھا گوشت چن کر اپنے لئے خاص نہ کر لیں ، چربی اور ہڈیاں غریبوں کو نہ دیں ۔ بلکہ اللہ کی خوشنودی کے لئے اللہ کے بندوں کو اچھی چیز دیں ، (فرمان نبوی ہے) یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ۔ کہ مسلمان جو خود پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرتا ہے۔ اپنی چاہت قربان کر کے دوسروں کی چاہتیں پوری کریں ، اگر یہ جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو پھر یہ

علامت ہے کہ ہماری قربانیاں اللہ تعالی کے ہاں قبول ہو چکی ہیں۔

افضل یہی ہے کہ قربانی 10 ذوالحجہ کو کی جائے اس لیے کہ آپ نے فرمایا: 10 ذوالحجہ کو اللہ کے ہاں اگر کوئی محبوب عمل ہے تو قربانی کے جانور کو ذبح کرنا ہے قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے، یہ عمل اللہ کو بہت ہی محبوب ہے۔تو 10 ذوالحجہ کو اگر اللہ توفیق دے تو پہلے دن ہی قربانی کرلی جائے۔

ایام تشریق جس میں قربانی کرنا جائز ہے اگر کوئی مانع ہو، آپ دس ذوالحجہ کو قربانی نہیں کر سکے تو ایام تشریق میں کرلیں لیکن افضل اور، بہتر یہی ہے کہ 10 ذوالحجہ کو قربانی کریں کیونکہ یوم نحر(قربانی کا دن)صرف ایک ہی ہے 10 ذوالحجہ ،باقی ایام تشریق ہیں جن میں قربانی کرنا جائز ہے لیکن افضل اور سنت یہی ہے کہ 10 ذوالحجہ کو قربانی کی جائے۔

یہ سب اللہ کے انعامات واحسانات ہیں ، اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی نعمتوں سے صحیح طور پر فائدہ حاصل کرسکیں، اس کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کریں اس بات کا ایمان رکھیں کہ یہ نعمتیں ہماری نہیں ہیں ہمیں اللہ نے عطا کی ہیں جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کا عطا کردہ ہے، ہمارا جسم ، جسم کے تمام اعضاء ، اور انکی قوت بھی اللہ کی عطا کردہ ہے ، ہمارا مال ،دولت،عزت ،اقتدار ،اولاد ،یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔

جس طرح وہ کہے، جیسے وہ راضی ہو، ہم نے ان کو اسی طرح استعمال کرنا ہے۔ اگر اللہ کی دی ہوئی نعمت اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کریں گے تو اللہ راضی ہوگا مزید نعمتیں عطا کرے گا، ان کی حفاظت کرے گا، اگر اللہ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کیا تو وہ ناراض ہوجائے گا۔ تو پھر وہ اپنی نعمتوں کو واپس لے کر ہمیں ان سے محروم کرسکتا ہے۔

اپنے اندر جذبہ قربانی پیدا کریں، اس سوچ اور فکر کو مضبوط کریں جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کا دیا ہوا ہے ہم نے اس کو استعمال کرنا ہے صرف اس کی رضا کے لیے جیسے وہ کہتا ہے، جیسے وہ چاہتا ہے، جیسے وہ حکم کرتا ہے، ہم ان کو اسی طرح استعمال کریں گے اور ان کا وہ استعمال نہیں کریں گے جو اللہ کو ناپسند ہے ۔

اللہ ہم کو توفیق دے کہ ہم یہ حقیقی جذبہ قربانی اپنے اندر پیدا کریں جو جذبہ قربانی رب تعالی کو مطلوب ہے۔

وما علینا البلاغ المبین